بیان نمبر:10

بیان :جمعة المبارک

نحمده ونصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم،امابعد

عزیزان محتشم!

آج ہمارے بیان کا موضوع ہے,,**سرکار ﷺ کی شانِ عَبْدِیَّت**،،گزشتہ جمعۃ المبارک کے بیان میں ہم نے قرآن مجید فرقان حمید کی آیت مقدسہ ,,سُبحٰنَ الَّذِیٓ اَسرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلیٰ الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَه لِنُرِیَه مِنْ آیَاتِنَا اِنَّه هُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ،، کے 3 الفاظ مبارکہ ,,سُبحٰن،،اَسرٰی،،اور,,بِعَبْدِهٖ،،سے چند عقائد اہلسنت کو ثابت کیا تھا۔آج ہم اسی موضوع پر مزید کچھ معلومات حاصل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

مصطفی جان رحمت کی شان عبدیت

کوئی بھی کلمہ گو حضور سید عالم ﷺ کو معبود و الٰہ نہیں سمجھتا اور نہ ہی آپ ﷺ کی عبادت کرتا ہے بلکہ ہر نماز میں کئی بار وہ اعلان کرتا ہے ,,**اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه وَرَسُوْلُه**،، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اور اللہ رب العزت نے بھی جہاں جہاں حضور جان عالم ﷺ کے فضائل و کمالات یا آپ ﷺ پر اپنے بے شمار انعامات کا ذکر فرمایا وہاں بالخصوص آپکے پسندیدہ،معزز ترین لقب ,,عبـــــــد،، سے یاد فرمایا۔چنانچہ آپ ﷺ کو اپنی سب سے بڑی نعمت قرآن مجید فرقان حمید عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:,,**تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْراً**،،(سورۃ الفرقان،آیت1)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن اتارا جو سارے جہانوں کیلئے نذیر(ڈرانے والا) ہے

اور حضور ﷺ اپنی عبدیت کاملہ میں ایسے مشہور ہیں کہ اس لفظ ,,عبـــــــد،، سے ہر ایک کا خیال حضور جان عالم ﷺ کی طرف ہی جاتا ہے،لیکن یاد رہے کہ ,,عبد،،اور ,,عبده،، میں بڑا فرق ہے،,,عبد،، وہ ہے جو رحمت الٰہی کا منتظر ہو لیکن ,,عبده،،وہ ہے جسکی خود رحمت الٰہی منتظر ہو۔

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا:,,**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتَابَ**،،(سورۃ الکھف،آیت1)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندۂ خاص پر کتاب نازل فرمائی۔

نبی کریم ﷺ بھی اللہ کے عبد(بندے) ہیں اور تمام مخلوق بھی بندے،مگر فرق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے **عَبْدِ مُطْلَق** ہیں اور باقی سب عبدِمُقَیّد،عبد مطلق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا محتاج نہیں ہوتا،لیکن عبد مقید عبد مطلق کا محتاج ہوتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عبد مطلق کو جو کچھ ملتا ہے بغیر کسی وسیلے و واسطے کے براہ راست رب تعالیٰ سے ملتا ہے،لیکن عبد مقید کو جو بھی ملتا ہے وہ عبد مطلق (یعنی نبی رحمت ﷺ) کے وسیلے اور واسطے سے ہی ملتا ہے،جیسے ہمیں نماز،روزہ،حج،زکوۃ،قرآن بلکہ ایمان بھی ملا تو اس عبد مطلق (نبی کریم ﷺ) کے وسیلے اور واسطے سے،کیوں؟اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے,,**وَاللّٰهُ یُعْطِیْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ**،،اللہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔

اسی طرح سورۃ الحدید میں بھی اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اسی خصوصی لقب ,,عبد،، سے یاد فرمایا:,,**هُوَالَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِیُخْرِجَکُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَاِنَّ اللّٰهَ بِکُمْ لَرَؤُفٌ رَّحِیْمٌ**،،(سورۃ الحدید،آیت9)

ترجمہ:وہی ہے جو اپنے خاص بندے پر روشن آیتیں نازل فرمارہا ہے تاکہ تمہیں(کفر کے)اندھیروں سے(ایمان کے)نور کی طرف نکالے،اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر رؤف و رحیم ہے(تم پر شفقت فرمانے والا،ہمیشہ مہربان ہے)

مقام عبدیت و رسالت

مقام عبدیت و رسالت میں بڑا گہرا تعلق ہے،حضور سید عالم ﷺ کا وصف عبدیت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جبکہ مقام رسالت آپ ﷺ پر رب تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔اسی وجہ سے نبی رحمت ﷺ اپنے مقام عبدیت کا خصوصیت کیساتھ سب سے پہلے ذکر فرماتے اور پھر اسکے

بعد رب تعالیٰ کے عطا کردہ خصوصی انعام کا تذکرہ فرماتے جو رب تعالیٰ کی طرف سے ,,رسالت،، کی صورت میں عطا ہوا۔
اس ساری گفتگو سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ عبدیت ورسالت حضور نبی کریم ﷺ کی دو الگ الگ شانیں ہیں جنکا کلمۂ شہادت میں ذکر بھی کیا جاتا ہے، پھر کلمہ شہادت میں شہادتِ عبدیت پر شہادت رسالت کو مقدم کیا جاتا ہے (یعنی عبدیت کی شہادت پہلے دی جاتی ہے اور رسالت کی بعد میں، جیسے ,,اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا ,,عَبْدُه،، وَ,,رَسُوْلُه،،)
اس کا سبب یہ ہے کہ عبدیت کا تعلق مکمل طور پر ذاتِ خداوندی سے ہے، مخلوق سے اسکا کچھ تعلق وواسطہ نہیں۔ (یعنی عبدیت میں صرف رب تعالیٰ سے لینا ہی ہوتا ہے کسی کو آگے دینا نہیں ہوتا) جبکہ رسالت کا کا تعلق جہاں ذات خداوندی سے ہے وہیں مخلوق سے بھی ہے رب تعالیٰ سے لیکر مخلوق کو پہنچانا۔ گویا رسالت مخلوق اور رب تعالیٰ کے درمیان وسیلہ وواسطہ ہے، جسکے بغیر کبھی بھی بندہ رب تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔
نکتہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بغیر وسیلے کے رب تعالیٰ تک پہنچنا چاہتے ہیں وہ رسالت کی حقیقت کو ہی نہیں پہچان سکے۔ لہذا رب تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے اللہ والوں کو وسیلہ وواسطہ بنانا جائز ومستحسن (بہت اچھا عمل) ہے۔
نکتہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے آپ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھا، مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھیوں کو شفاء دینا، پیدائشی نابینا کو آنکھیں دینا وغیرہ، ان کمالات کو دیکھ کر اپنے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ معاذ اللہ عزوجل
اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلا کے معجزات حضور جان عالم ﷺ کے معجزات کے درجے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ حضور سید عالم ﷺ کے معجزات تمام انبیاء کرام علیھم السلام کے معجزات سے افضل واعلیٰ ہیں۔ پہلی امتوں نے اپنے انبیاء علیھم السلام کے معجزات کو دیکھ کر ان کیطرف خدا ہونے کی نسبت کردی۔ لیکن امت مصطفوی پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرما کر انکو اس گمراہی سے محفوظ رکھا۔ بلکہ انکو یہ شعور عطا فرمایا کہ ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں اپنے نبی کی ولادت مناتے رہنا تاکہ ساری دنیا پر یہ واضح ہوجائے کہ یہ امت اپنے نبی رحمت ﷺ کو نہ خدا مانتی ہی اور نہ ہی خدا کا بیٹا بلکہ اللہ کا بندہ اور اس کا آخری رسول مانتی ہے۔ کیونکہ ولادت کی خوشی اسی کی منائی جاتی ہے جو پیدا ہو، اور جو پیدا ہو وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے وہ پیدا نہیں ہوا۔ گویا میلا دلنبی ﷺ منانا شرک نہیں بلکہ یہ تو اس بات کا اعلان کرنا ہے کہ حضور جان عالم ﷺ خدا نہیں بلکہ اسکے برگزیدہ بندے ہیں۔ اور یہ شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ☆ ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ☆ ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

اسی طرح بزرگان دین کے عرس کرنا شرک نہیں بلکہ توحید کا پرچار ہے، کیونکہ بزرگان دین کا عرس منا کر ہم اہلسنت وجماعت اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ یہ خدا نہیں بلکہ خدا کے بندے ہیں، کیونکہ عرس اسی کا منایا جاتا ہے جس کو موت آچکی ہو، اور جسکو موت آئے وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے اسے موت نہیں، وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔
لہذا میلا دلنبی ﷺ اور اللہ والوں کا عرس شرک نہیں بلکہ توحید باری تعالیٰ کا چرچا کرنے کے بہترین مواقع ہیں۔ البتہ ان میں غلو سے بچنا چاہئے، جیسے ڈھول، تاشے، مردوخواتین کا اختلاط وغیرہ۔

عبدیت، رسالت سے افضل ھے

عبدیت رسالت سے افضل ہے مگر یہاں دھوکہ نہ کھانا، ہماری تمہاری عبدیت کی بات نہیں ہے بلکہ وہ تو نبی کی صفتِ عبدیت کی بات ہے جو نبی کی صفت رسالت سے افضل ہے۔ کیوں افضل ہے؟ عبد ہوتا ہے معبود کا، اور رسول ہوتا ہے مخلوق کا، عبدیت کی نسبت خالق کی طرف اور رسالت کی نسبت مخلوق کی طرف، عبدیت خالق کی طرف جانا چاہتی ہے جبکہ رسالت مخلوق کی طرف آنا چاہتی ہے، اسی لئے جب اپنے محبوب کو بلایا تو فرمایا ,,اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ،، جس نے اپنے بندۂ خاص کو سیر کرائی، اور جب محبوب ﷺ کو مخلوق کی طرف بھیجا تو فرمایا: ,,هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَه بِالْهُدٰى،، اور ,,یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا، اور ,,اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا

وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ،، اور ,,وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ،، یہاں بھیج رہا ہے تو ,,رسول ،، فرما کر بھیجا اور جب بلایا تو فرمایا: ,,فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ،، جب بھیجا تو رسول اور بلایا تو ,,عبد،، فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟

وجہ یہ ہے کہ عبدیت وصال وقرب کو چاہتی ہے اور رسالت فراق وجدائی کی تمنّٰی رکھتی ہے۔ عبدیت یہ ہے کہ اپنے سارے معاملات مالک و پروردگار کے سپرد کر دیئے جائیں لیکن رسالت یہ ہے کہ اپنی امت کو اپنے ذمہ لے لیا جائے۔

,,سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ،، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندۂ خاص کو سیر کرائی۔

سُبحَانَ اللّٰہ! رسول کی صفتِ عبدیت خود رسول کی صفتِ رسالت سے افضل ہے، اس کو یوں سمجھو کہ دنیا کے سارے انسان، صدیق وفاروق، عثمان وعلی، حسن وحسین، تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین، آئمہ مجتہدین واولیاء کاملین، علماء ومشائخ وعام مومنین غرض ساری دنیا کی مخلوقات بھی مل جائیں تو رسول کی صفتِ رسالت کو نہیں پہنچ سکتیں، جب صفتِ رسالت کو نہیں پہنچ سکتیں تو صفت عبدیت جو کہ رسالت سے بھی افضل ہے اسکو کیسے پہنچ سکیں گی۔

نکتہ: اس سے وہ لوگ درس حاصل کریں جو کہتے ہیں کہ نبی ہماری مثل بشر وآدمی ہے، اور ہماری طرح اللہ کا بندہ۔

ارے بے عقلو! جسکی شان رسالت کو پوری کائنات کی مخلوقات نہیں پہنچ سکتیں اسکی شان عبدیت کو کیسے پہنچو گے؟ اور جسکی عبدیت تک پہنچنا ممکن نہیں وہ ہم جیسا بشر کیسے ہو گیا؟

ارے احمقو! انکی شان عبدیت تو یہ ہے کہ جب اللہ رب العزت نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی ,,وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى،، (سورۃ الضحی، آیت:5) اور (اے محبوب) آپ کا رب آپکو عنقریب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ تو نبی رحمت شفیع امت ﷺ نے فرمایا: ,,اِذًا لَا اَرْضٰى وَوَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِىْ فِى النَّارِ،، (یا باری تعالیٰ) اگر ایسا ہے تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک بھی امتی جہنم میں ہو۔ (تفسیر کبیر، پارہ 30، سورۃ الضحی، تحت الآیۃ 5، ج 11، ص 194)

ان کا پروردگار انکی دلی خواہشات کو پورا کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ ارشاد فرمایا: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ،، (اے حبیب ﷺ) ہم بار بار آپ کے چہرہ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو۔

حضور جان عالم ﷺ کی آرزو تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کی بجائے کعبۃ اللہ شریف بنا دیا جائے۔ اور حضور سید عالم ﷺ اسی آرزو سے بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے، اللہ رب العزت نے اسی وقت قبلہ تبدیل فرمانے کا حکم عطا فرما دیا اور سید عالم ﷺ نے دوران نماز ہی بیت المقدس سے کعبۃ اللہ شریف کی طرف رخ کر لیا، اس عظیم مسجد کو آج بھی مسجد قبلتین (دو قبلوں والی مسجد) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ تبدیلی قبلہ صرف اور صرف اس لئے تھی کہ محبوب کی رضا اسی میں ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ **امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کیا خوب فرماتے ہیں:

زَہے عزت و اِعتلائے محمد ☆ کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمد
خدا کی رِضا چاہتے ہیں دو عالم ☆ خدا چاہتا ہے رضائے محمد
دَم نزع جاری ہو میری زباں پر ☆ محمد محمد خدائے محمد
عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا ☆ گروں کا سہارا عصائے محمد
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا ☆ بڑھی ناز سے جب دعائے محمد
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا ☆ دُلہن بن کے نکلی دعائے محمد
رَضا پُل سے اب وجد کرتے گزریے ☆ کہ ہے ربِّ سلّم صدائے محمد

معراج النبی ﷺ سے متعلق چند شبہات کے جوابات

„سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ،، پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندۂ خاص کو لے گئی۔ اگر اس آیتِ مقدسہ پر غور کیا جائے تو تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔ جب باری تعالیٰ خود فرمارہا ہے کہ میں اپنے بندے کو رات کے ایک قلیل عرصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔ اس پر بھی عقل انسانی کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سینکڑوں، ہزاروں سال کا سفر رات کے اتنے قلیل عرصے میں ہو جائے کہ پورے سفر معراج سے واپس آئیں تو بستر ابھی گرم ہو، کُنڈی ہل رہی ہو، بلکہ بعض علماء نے تو ارشاد فرمایا کہ محبوب ﷺ نے یہ مکمل سفر صرف اتنی دیر میں کیا جتنی دیر میں وضو کرنے کے بعد پانی جسم سے جدا ہو کر زمین تک پہنچتا ہے۔ (اگر تجربہ کریں تو معلوم ہو گا کہ جسم سے پانی جدا ہو کر زمین تک شاید 1 سیکنڈ میں پہنچ جاتا ہے) تو اسکا جواب یہ ہے کہ اپنے ان عقلی شکوک وشبہات کو پس پشت ڈال کر یہ تو غور کرو کہ آخر یہ سیر کرائی کس نے؟؟؟ وہ کہ جو „اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ،، ہے، جو کسی امر کا ارادہ فرمائے تو „کُنۡ،، فرمائے، „فَیَکُوۡن،، تو وہ چیز فوراً ہو جائے۔ جس کیلئے کوئی چیز ناممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہیں سے عشق اور عقل کا امتحان شروع ہوتا ہے۔ عقل نے اس کا انکار کر کے عَمرو بن ہشام کو „**ابوجہل**،، بنادیا اور عشق نے اس کو قبول کر کے عبد الرحمٰن کو „**صدیقِ اکبر**،، بنادیا۔

پھر بعض احباب کو سائنس کا دورہ پڑا ہوتا ہے وہ ہر چیز کو سائنس کے نظریے سے تولتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے سائنس کا کلیہ کششِ ثقل کا ہے۔ یعنی زمین ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسانی جسم ہواؤں، فضاؤں کو چیرتا ہوا آسمانوں سے بھی اوپر چلا جائے وہ بھی اتنے کم وقت میں۔ تو ان عقل وسائنس کے مریضوں سے عرض ہے کہ آپکی عقل میں یہ بات تو آگئی کہ ایک جہاز سینکڑوں لوگوں کو زمین سے بلندی پر لے جاسکتا ہے اور ایک چاند گاڑی انسانوں کو چاند تک لے جاسکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ سواری براق اور رفرف کے ذریعے اللہ اپنے محبوب ﷺ کو کیوں نہیں لے جاسکتا؟؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ سفر معراج جسمانی نہیں بلکہ مَنامی (خواب میں) ہوا، اور اس پر دلیل میں چند احادیث بھی پیش کرتے ہیں۔ ان سے عرض ہے کہ احادیث میں مَنامی (خواب میں) اور جسمانی دونوں معراجوں کا ذکر ہے۔ مگر تذکرہ میں اس طرح فرق ہے کہ مَنامی معراج خانۂ کعبہ سے شروع ہو کر آسمان پر، اسمیں بیت المقدس کا ذکر نہیں۔ جبکہ جسمانی معراج خانۂ کعبہ سے نہیں بلکہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے شروع ہو کر تحت الثریٰ، عالم برزخ، عالم دوزخ کا معائنہ فرماتے ہوئے بیت المقدس پھر آسمان ولامکان پر۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ معراج مَنامی میں براق یا رفرف نہیں ہے بلکہ حضرت جبرئیل نے ہاتھ پکڑا اور آسمانوں پر لے گئے۔ (جیسا کہ مشکوۃ المصابیح میں بخاری ومسلم سے روایت ہے) جبکہ معراج جسمانی میں پہلے براق پر سدرۃ المنتہیٰ تک سواری ہوئی، پھر عرش تک رفرف پر سواری ہوئی۔ اب ان جسمانی معراج کے منکرین سے عرض ہے کہ یہ فرمائیں: جن روایات کو وہ معراج جسمانی کے رد میں پیش کرتے ہیں ان میں نہ تو براق ورفرف کا ذکر اور نہ ہی حضرت ام ہانی کے گھر اور بیت المقدس کا ذکر۔ جبکہ قرآن مجید تو فرماتا ہے: „„سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا،، اب ان منکرین سے ہمارا سوال ہے کہ اس آیت کریمہ جسمیں سفر معراج کو بیان کرتے ہوئے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا ذکر فرمایا گیا اور ان احادیث کریمہ کا آپ کے پاس کیا جواب ہے جن میں حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے سفر معراج کا آغاز براق پر ہوا پھر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے رفرف پر سفر کا ذکر ہے۔ یقیناً آپ کے پاس اسکا کوئی جواب نہیں۔ اس کا جواب ہم ہی عرض کر دیتے ہیں۔ نبی رحمت شفیع امت ﷺ کو معراج کی سعادت ایک بار نہیں ہوئی بلکہ کئی بار ہوئی۔ جن میں سے ایک بار جسمانی ہے جس کا اس آیت مقدسہ اور ان احادیث مبارکہ میں ذکر ہے جن میں حضرت ام ہانی کے گھر سے آغاز اور براق ورفرف کا ذکر ہے، جبکہ جن روایات میں انکا ذکر نہیں وہ ساری روحانی ومَنامی (خواب میں) ہوئی ہیں۔

خادم العلم والعلماء: **ابو حمزہ محمد آصف مدنی** غفرلہ المولیٰ القدیر

رابطہ نمبر: 0304.5845090 واٹس اپ نمبر: 0313.7013113